Article

Literary Masterpiece: Autobiography "Apna Gareban Chaak"

خودنوشت "اپنا گریباں چاک": ادبی شاہکار

Dr.Irfan Tauheed*[1]
Assistant Professsor, Department of Urdu, Leads University Lahore

ڈاکٹر عرفان توحید*[1]

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لیڈز یونیورسٹی لاہور

Correspondance: irfantauheed@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 25-09-2024
Accepted:20-12-2024
Online:25-12-2024

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: In Urdu literature, Dr. Javed Iqbal's autobiography "Apna Gareban Chaak" stands as an intellectual and literary masterpiece that eloquently narrates the life, thoughts, and experiences of a towering personality. This autobiography is not merely a personal narrative but also serves as a mirror reflecting the social, political, and intellectual history of the Indian subcontinent. The author candidly and honestly recounts various phases of his life, including his early years, the challenges he faced as the son of Allama Iqbal and his own intellectual and practical struggles. Dr. Javed Iqbal particularly portrays the personality and influence of Allama Iqbal in a profoundly captivating manner, aiding readers in understanding the continuity of Allama Iqbal's intellectual legacy. The most striking aspect of Javed Iqbal's autobiography is his intellectual independence and self-accountability. Through "Apna Gareban Chaak," he courageously unveils his inner

conflicts and life's failures, asserting that life is a constant struggle in which one learns and grows through their mistakes. In the present article, the author critically and analytically examines the political implications of this autobiography, keeping this context in view.

KEYWORDS: Justice Dr.Javed Iqbal, Autobiography ,Intellectual & Literary Masterpiece, Political History of Subcontinent, Movement of Pakistan, Political History of Pakistan

اُردو ادبیات میں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کی خود نوشت "اپنا گریباں چاک" ایک ایسا فکری و ادبی شاہکار ہے، جو ایک عظیم المرتبت شخصیت کی زندگی کے حالات وواقعات اور تجربات کو نہایت شائستہ وشستہ انداز میں پیش کرتی ہے۔ یہ خودنوشت محض ایک ذاتی داستان نہیں، بل کہ برصغیر کی سماجی، سیاسی اور فکری تاریخ کا آئینہ بھی ہے۔ مصنف نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار کو بڑی دیانت داری اور بے باکی کے ساتھ بیان کیا ہے، جن میں اُن کی ابتدائی زندگی، علامہ اقبال کے فرزند ہونے کی حیثیت سے پیش آنے والے چیلنجز اور اُن کی اپنی فکری و عملی جدوجہد ایسے امور شامل ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر جاوید اقبال نے علامہ اقبال کی شخصیت اور اُن کی شخصیت کے اثرات کو نہایت دِل کش انداز میں بیان کیا ہے، جو قاری کو علامہ اقبال کے فکری تسلسل کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کی خود نوشت کا سب سے اہم پہلو ان کی فکری آزادی اور خود احتسابی ہے۔ "اپنا گریباں چاک" کے ذریعے وہ اپنے اندرونی تضادات اور اپنی زندگی کی ناکامیوں کو نہایت جُرأت کے ساتھ منظر عام پر لاتے ہیں۔ وہ یہ واضح کرتے ہیں کہ زندگی ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے، جس میں انسان اپنی غلطیوں سے سیکھ کر آگے بڑھتا ہے۔ راقم نے زیر نظر مضمون میں اِسی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے، تنقیدی و تحقیقی انداز میں مذکورہ آپ بیتی میں سیاسی مضمرات کو بیان کرنے کی سعی کی ہے۔

مسلمانان ہند کے سیاسی و سماجی شعور میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے تحریک پاکستان مجموعی طور پر متحرک ہوتی گئی اور انگریز حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف مخالفت بھی بڑھنے لگی تھی۔ پنجاب میں بہت سے مسلم لیگی کارکنان کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان مسلم لیگی نوجوان کارکنان کی گرفتاری کی خبر پھیلتے ہی پورے ہندوستان میں انتشار، سیاسی جوش وخروش اور ولولے کی لہر اُٹھی۔ مصنف خود نوشت میں قراردادِ پاکستان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۱۹۴۰ء میں لاہور کے منٹو پارک میں جب قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو
میری عمر تقریباً سولہ برس تھی اور میں نے میٹرک کا امتحان دیا تھا۔"(۱)

قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندوستان میں بین المذاہب نفرت، انتشار اور فرقہ وارانہ فسادات کی آگ کو جان بوجھ کر سلگایا گیا تھا۔ اس آگ نے بہت جلد ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۱۹۴۶ء کے آخر میں ہونے والے فسادات اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنے کے بارے میں مصنف رقم طراز ہیں:

"۱۹۴۶ء کے اواخر ہی سے ہندو مسلم یا سکھ مسلم فسادات شروع ہو گئے تھے
۔ لاہور میں ہر شام کرفیو لگتا اور قتل عموماً کرفیو لگنے سے چند منٹ قبل
ہوتے۔"(۲)

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۴ء میں مصنف کا تحقیقی مقالہ مکمل ہوا اور انھوں نے کیمبرج سے پاکستان کے لیے رختِ سفر باندھا۔ وطن واپس آ کر انھوں نے جاوید منزل پر اپنی رہائش اختیار کی۔ ان کی بہن منیرہ اور ان کا خاندان بھی جاوید منزل پر قیام پذیر ہوا۔ اسی دوران انھیں اس دور کے صدرِ پاکستان سکندر مرزا سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ بیتی میں مصنف نے سکندر مرزا کے حوالے سے لکھا ہے:

"آخر میں وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا نے
آئین ختم کر دیا۔ اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا
اور جنرل ایوب خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔"(۳)

پاکستان کے پہلے مارشل لاء کے بارے میں مصنف نے مکمل تفصیل سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے کہ کن وجوہات کی بنا پر حکومت کو ختم کر کے آمریت کا آغاز ہوا۔ پہلی وجہ جو مصنف نے بیان کی ہے وہ ملکی سیاست میں سیاست دانوں کی آپس کی لڑائیاں تھیں۔ ہر دور حکومت کی طرح اس وقت بھی سیاستدان بد عنوانی اور اپنے مفادات کے حصول کے لیے سرگرداں تھے۔ حسبِ روایت عوامی مفادات کے تحفظ کی بجائے حکمران اپنے ذاتی مفادات کی نہ ختم ہونے والی جنگ لڑ رہے تھے۔

آپ بیتی میں مصنف سماج پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ شادی بیاہ کے معاملات کے بارے میں مصنف اپنے مخصوص نظریات رکھتے تھے۔ انھی نظریات کی بنا پر وہ خود نوشت میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو ملنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے مواقع نہیں دیتا۔ پرانے دور کی بات کرتے ہیں کہ اس وقت لڑکیوں کو ان دیکھے لڑکوں کو شوہر کے طور پر قبول کرتے ہوئے اپنی تمام زندگی ان کے ساتھ گزارنی پڑتی تھی۔ مصنف آپ بیتی میں مغربی اور اور مشرقی سماج کی صورت حال کا تقابل بھی کرتے ہیں۔

قائد اعظم کی وفات کے بعد مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہو چکی تھیں لیکن جنرل ایوب خان کے مقابلے میں کوئی معتبر سیاسی شخصیت کو الیکشن میں کھڑا کرنے کی تجویز بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے دی گئی۔ بالآخر محترمہ فاطمہ جناح کو جنرل ایوب کے خلاف الیکشن میں کھڑے ہونے پر آمادہ کر لیا گیا تھا۔ آپ بیتی میں مصنف نے ایک اہم سیاسی واقعے کو بیان کیا ہے جس میں صدارتی انتخاب کے لیے ووٹ بنیادی جمہوریتوں کے منتخب نمائندوں نے ڈالنے تھے۔ اس وقت مادر ملت فاطمہ جناح کا صدارتی انتخاب کے لیے جنرل ایوب خان سے مقابلہ ہونا تھا۔ اس بارے میں مصنف رقم طراز ہیں:

> ''مادر ملت کونسل مسلم لیگ کی طرف سے اور جنرل ایوب خان کنونشن لیگ کی طرف سے کھڑے ہوئے۔ جنرل ایوب خان غالباً واحد پاکستانی صدر ہو گزرے ہیں جو اسلام کے بارے میں علماء کے روایتی تصورات کی بجائے دانشوروں کے جدید لبرل نظریات کے حامی تھے بلکہ انہیں قانونی طور پر پاکستان میں نافذ بھی کرنا چاہتے تھے لیکن جمہوریت اور سیاستدانوں کے متعلق ان کے خیالات کے سبب میرا دل ان سے اُٹھ گیا۔''(۴)

مصنف نے آپ بیتی میں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بارے میں اپنے تاثرات کو تجزیاتی انداز میں بیان کیا ہے کہ کس طرح بھارتی افواج نے بغیر اعلان یا الٹی میٹم کے پاکستان پر پوری فوجی قوت سے حملہ کر دیا تھا۔ یہ جنگ آزاد کشمیر کی مشرقی سرحدوں سمیت خاص طور پر لاہور کی سرحد پر شدت سے دیکھنے میں آئی۔ جنگ کے دوران شہری علاقوں میں موجود لوگوں کو کن مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑا ان سب کا پر درد احوال مصنف نے بڑی تفصیل سے خود نوشت میں قلم بند کیا ہے۔ مصنف نے اپنی تحریر میں ۱۹۶۵ء کی جنگ اور اس کے تناظر میں پیدا شدہ ملکی اور عالمی سیاسی صورت حال کے بارے میں لکھا ہے:

> ''جنرل ایوب خان نے ۱۹۶۲ء میں صدر کینڈی کی بات مانتے ہوئے کشمیر پر حملہ نہ کرکے ایک اچھا موقع ہاتھ سے گنوا دیا تھا۔ تب امریکہ نے چین کا مقابلہ کرنے کی خاطر جو ہتھیار بھارت کو عطا کیے ان کی تفصیل بھی وعدہ کے باوجود پاکستان کو مہیا نہ کی گئی۔ اب جبکہ بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا تو بغداد پیکٹ یا سیٹو کے معاہدوں کے باوجود امریکہ پاکستان کی مدد کو نہ آیا۔''(۵)

خود نوشت میں مصنف پاکستان کی سیاسی صورت حال کو مختلف ادوار کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ قیام پاکستان سے ملک کے معاشی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور سماجی عوامل کو مصنف نے خاص جگہ دی ہے۔ پاکستان میں مختلف سربراہانِ مملکت اور حکومت کے بارے میں اپنے تاثرات کو واضح طور پر پیش کیا ہے۔ جنرل ایوب خان نے جب

بھٹو کو اپنی کابینہ سے نکال باہر کیا تو وہ سیاسی طور پر زیادہ فعال اور متحرک ہو گئے۔ اس دور میں ذوالفقار علی بھٹو نے ایک دفعہ گول باغ میں دھواں دار تقریر کی۔ ان پر پتھراؤ کیا گیا اور ان کا سر پھٹ گیا تھا۔ اس زمانے میں جنرل ایوب خان کے خلاف بھی ملک گیر احتجاجی جلوس نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ ان کے اقتدار کو بہت سے خطرات لاحق ہونا شروع ہو گئے تھے ۔ اس دوران بھٹو نے اقتدار کے لیے اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کر دیا۔ یہ نعرہ بہت کارگر ثابت ہوا۔ جنرل ایوب خان نے اس دور میں حالات کی سنگینی دیکھ کر اپنے ہی بنائے ہوئے آئین پاکستان سے انحراف کرتے ہوئے اقتدار قومی اسمبلی کے سپیکر کو تفویض کرنے کی بجائے جنرل یحییٰ خان کو سونپ دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے سب سے پہلے ۱۹۶۲ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں مارشل لاء لگا دیا اور ملک میں عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ اس دور میں یحییٰ خان چاہتے تھے کہ تمام مسلم لیگوں کا اتحاد ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ عام انتخابات میں مغربی پاکستان سے ذوالفقار علی بھٹو نے اکثریت حاصل کی جبکہ مشرقی پاکستان سے مجیب الرحمٰن نے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ اس دور میں بھی پاکستان بہت نازک وقت سے گزرا تھا۔

جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی آپ بیتی "اپنا گریباں چاک" میں پاکستان کی سیاسی و سماجی تاریخ کو بڑے مدلل انداز میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح ذوالفقار علی بھٹو عام انتخابات میں شکست کھا کر بھی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان آنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان تمام عوامل کے نتیجہ میں پاکستان کا دولخت ہونا ناگزیر تھا۔ مصنف کا بیان کرتے ہیں کہ بھٹو نے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں مؤثر انداز میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔ ان کی ملک و قوم کی خدمات کو ہم بھلا نہیں سکتے۔ انھوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں کشمیر کے مسئلے کو خاص اہمیت دی اور پاکستانی فوجیوں کو جنھیں بھارت نے جنگی قیدیوں کے طور پر مشرقی پاکستان میں رکھا ہوا تھا انھیں آزاد کروایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی منتخب حکومت کو بعد میں گرانے کی کوششوں کا آغاز اپوزیشن کی جماعتوں کی طرف سے کیا گیا۔ بھٹو کی مخالف سیاسی جماعتوں نے بہت سے مذہبی مطالبات حکومت کے سامنے رکھے۔ بھٹو نے ان تمام مذہبی مطالبات کو تسلیم کر لیا تھا۔ مصنف آپ بیتی میں بھٹو کے قابل قدر اقدامات کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک میں بار بار مارشل لاء کی وجہ بھی تلاش کرنا چاہتے ہیں:

> "میرے لیے یہ بات سمجھ سکنا قدرے مشکل ہے کہ جب پاکستان میں فوج
> مداخلت کرتی ہے تو کیا وہ اپوزیشن کے سیاستدانوں کی ایما پر کرتی ہے یا کسی
> بیرونی طاقت کی شہ پر؟"(6)

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے سے تحریر کرتے ہوئے مصنف کا خیال ہے کہ بحیثیت مجموعی بھٹو کی اپنے وطن کے لیے خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا کیونکہ انھوں نے پہلی دفعہ بھرپور انداز میں کشمیر کے مسئلہ کو اقوام عالم میں بہتر انداز میں اُٹھایا اور ایسے اقدامات کیے جن کی وجہ سے پاکستان آج ایک نیوکلیئر پاور بن گیا ہے۔ بھٹو کے بعد بالآخر جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۳ء کے آئین کو معلق کر دیا۔ اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ بھٹو کی نافذ کردہ اسلامی اصلاحات میں مزید بہتری لائی گئی جس میں توہین رسالت کا قانون بنایا گیا۔ شریعت کورٹ قائم ہوئے اور حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ پھر محمد

خان جونیجو کی حکومت کا آغاز ہوا اور جسے بعد میں جنرل ضیاء الحق نے بطور صدر پہلی مرتبہ اپنا اختیار دستور کے آرٹیکل ۵۸ (۲)(ب) کو استعمال کرتے ہوئے محمد خان جونیجو کی منتخب حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اسمبلیوں کو تحلیل کر دیا۔ مصنف جنرل ضیاء الحق کے دور کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح انھوں نے عدلیہ کو خصوصی طور پر زیر عتاب رکھا اور جج صاحبان کو اپنے من پسند فیصلے صادر کروانے پر کس کس طرح مجبور کیا جاتا رہا۔ مہذب اقوام میں یہی تاثر پھیلا کہ انتظامیہ عدلیہ سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتی ہے۔

فاروق احمد لغاری کے دور صدارت میں وزیر اعظم نواز شریف نے آئین کی دفعہ (۵۸) (۲)(ب) میں ترمیم کو ایوان سے اتفاق رائے سے منظور کروایا۔ خود نوشت میں مصنف بیان کرتے ہیں کہ نواز شریف کے دوسرے دور حکومت میں ایک سیاسی بحران اس وقت شدت اختیار کر گیا جب ان کے خلاف چیف جسٹس سجاد علی شاہ نے کسی کیس میں وزیر اعظم میاں نواز شریف کو عدالت میں طلب کیا اور وہ سپریم کورٹ میں پیش نہیں ہوئے تھے۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ سجاد علی شاہ نے وزیر اعظم میاں نواز شریف کو ذاتی طور پر عدالت میں پیش نہ ہونے پر ان کے خلاف توہین عدالت کا کیس بنا کر کارروائی کا باقاعدہ آغاز کر دیا تھا اور وزیر اعظم کو جیل کی سزا دینا چاہتے تھے تاکہ وہ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز نہ رہ سکیں۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ کے طرز عمل کے خلاف وزیر اعظم نواز شریف نے بہت سخت ردعمل پیش کیا اور سپریم کورٹ آف پاکستان پر باقاعدہ حملہ کروا دیا۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں صدر فاروق احمد لغاری کے خلاف حکمت عملی اپنانے کا ارادہ کیا گیا کیونکہ اس وقت مسلم لیگی ارکان کی تعداد اتنی تھی کہ ان کی سیاسی حکمت عملی کامیاب ہو سکتی تھی اور اس کے ساتھ پیپلز پارٹی کے اراکین بھی شاید حکومتی پارٹی کا ساتھ دیتے کیونکہ صدر فاروق احمد لغاری نے سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کو آئین کی دفعہ ۵۸ (۲)(ب) کا استعمال کرتے ہوئے عہدے سے فارغ کر دیا تھا۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف اپنی وزارت عظمٰی کے دوسرے دور میں طالبان طرز کا اسلام پاکستان میں بھی رائج کرنا چاہتے تھے ان کے خیال کے مطابق شاید طالبان طرز کے اسلام سے پاکستان کے بہت سے سیاسی و سماجی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

خود نوشت میں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال نے پاکستان کے سیاسی حالات کو بیان کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اپنے دوسرے دور حکومت میں شریعت بل کو پارلیمنٹ سے بطور خاص منظور کروا کر بھاری مینڈیٹ کی بنیاد پر اختیارات اسلام یعنی شریعت کے بل کے ذریعے امیر المومنین بننا چاہتے تھے۔ کارگل کی جنگ کے بارے میں مصنف مخمصے کا ابھی تک شکار نظر آتے ہیں۔ ان کو اس حقیقت کا ابھی تک پتا نہیں چل سکا کہ کیا اس جنگ کا آغاز وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے کہنے پر کیا گیا تھا یا کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کی حمایت میں ہماری افواج نے اس جنگ کا آغاز کیا تھا۔

خود نوشت میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کی صورت حال کے بارے میں مصنف نے قلم بند کیا ہے کہ کس طرح انھیں ملک پر فوج کے قابض ہونے کا معلوم ہوا۔ مصنف ان دنوں لاہور میں موجود تھے اور لاہور میں وزیر اعظم نواز شریف

کے گرفتار ہونے کی خبر فوری طور پر ہر طرف پھیل گئی۔ رات کو تین بجے جب جنرل پرویز مشرف نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا تو باقاعدہ ہر خاص و عام کو پتا چلا کہ ملک پر حسب سابق ایک دفعہ پھر سے فوج قابض ہو چکی ہے۔ آئین پاکستان کو معلق کر دیا گیا ہے۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، میاں شہباز شریف اور اہم وفاقی وزراء کو فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ مصنف اس سیاسی صورت حال کے بارے میں خود نوشت میں لکھتے ہیں:

"اس جدید" فوجی انقلاب" کے پس منظر سے تو غالباً ہم سب تھوڑے بہت واقف ہیں مگر پھر بھی چند ایسے سوال ہیں جن کا تسلی بخش جواب میاں نواز شریف ہی اپنی خود نوشت سوانح حیات میں دے سکتے ہیں۔ مثلاً جنرل پرویز مشرف کو کس کے مشورے سے اور کیوں کمانڈر انچیف منتخب کیا گیا۔"(7)

مصنف نے اس وقت جب وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حکومت کو ختم کر دیا گیا اور پرویز مشرف کی حکومت کا آغاز ہوا، ان تمام معاملات کو اپنی آپ بیتی کا حصہ بنایا ہے۔ دراصل مصنف کے خیال کے مطابق جب جنرل جہانگیر کرامت نے استعفیٰ دے دیا تھا تو اس وقت سے ہی فوج چوکنا ہو گئی تھی اور وہ میاں نواز شریف کے احکامات کو سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی کیونکہ صدر اور عدلیہ کو میاں نواز شریف رام کر چکے تھے۔ اب صرف فوج پر قابو پانا باقی تھا۔ آپ بیتی میں مصنف نے تمام حالات و واقعات کو بڑی صداقت اور غیر جانبداری سے بیان کیا ہے کہ کس طرح نواز شریف کو اقتدار سے فارغ کیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو بن گئے اور مسلم لیگ زیر عتاب رہی۔ سپریم کورٹ نے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کو تین سال تک حکومت کرنے کے حق کو تسلیم اس شرط پر کیا کہ وہ شفاف الیکشن کروائیں گے۔

اس کے ساتھ عدالت عالیہ نے پرویز مشرف کو آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار بھی دے دیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف نے کچھ عرصہ بعد میاں نواز شریف کے انتخاب کردہ صدر جسٹس (ر) رفیق تارڑ کو نکال دیا اور خود پاکستان کے صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا اور اپنی منتخب کردہ کابینہ کے ذریعے حکومت کرنے لگے۔ جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے خدوخال کے بارے میں جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال رقم طراز ہیں:

"جنرل پرویز مشرف نے ملک کی باگ ڈور سنبھالتے ہی بین الاقوامی کمیونٹی کے سامنے پاکستان کا "لبرل" یا میانہ رو امیج پیش کرنے کی کوشش کی، کبھی تو انہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنا آئیڈیل قرار دیا، کبھی بغلوں میں کتوں والی تصویریں کھنچوا کر میڈیا میں تقسیم کیں۔"(۸)

آپ بیتی میں مصنف "بانانا ری پبلک" کے عنوان سے باب میں بیان کرتے ہیں کہ وہ کون سے عوامل تھے جن کی بنا پر جنرل پرویز مشرف نے چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چودھری سے استعفا طلب کیا۔ استعفا کے محرکات کے بارے میں مصنف بتاتے ہیں کہ چیف جسٹس نے پرویز مشرف کی انتظامیہ کی مالی بدعنوانیوں کو بے نقاب کرنا شروع کیا اور

اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی رہائی کے احکامات جاری کرنا، جنھیں امریکہ کے کہنے پر دہشت گرد قرار دیتے ہوئے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے غائب کر دیا تھا۔ یہ ایسے عوامل تھے جن کی وجہ سے جنرل پرویز مشرف کو چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چودھری ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔

خود نوشت کے آخری باب جس کا عنوان مصنف نے "اے روحِ اقبال!" تحریر کیا ہے۔ اس میں وہ علامہ اقبال کی روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ پاکستان کو تو آپ نے ایک جدید اسلامی ریاست اور قائداعظم محمد علی جناح کے نظریات کے مطابق اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کا خواب دیکھا تھا لیکن مصنف افسوس کے ساتھ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ ہم نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ہم بہت آگے نکل گئے ہیں۔ اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ ہمیں ہماری منزل کا ہی پتا نہیں چل رہا۔ مصنف اس باب میں پاکستان کے موجودہ مسائل کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "پاکستان کو اب کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ لوگ بے روزگاری اور مہنگائی کے باعث خودکشیاں کر رہے ہیں۔ مائیں بچے بیچ رہی ہیں۔ نہ بجلی ہے، نہ پانی، نہ آٹا، بدامنی اور افراتفری پھیلتی جا رہی ہے۔"(9)

آپ بیتی کے تمام ابواب کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہر باب میں مصنف نے عنوان کے مطابق سیر حاصل تفصیلات کو بے باک انداز میں سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چاہے وہ ملکی سیاسی صورت حال ہو یا بین الاقوامی سیاست انھوں نے اپنے بے لاگ تاثرات کو برملا تحریر کیا ہے۔ قومی اور انٹرنیشنل سیاسی معاملات کو مصنف نے انتہائی باریک بینی سے پیش کیا ہے اسی طرح انھوں نے ملک کے سماجی عوامل کو بھی بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کی آپ بیتی "اپنا گریباں چاک" ایک غیر معمولی تحریر ہے، جس میں اُنھوں نے اپنی ذاتی زندگی کے تجربات اور افکار و خیالات کو کسی قدر بے باکانہ انداز میں سپردِ قلم کیا ہے۔ یہ آپ بیتی نہ صرف اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، بل کہ اُن کے والدِ گرامی حضرت علامہ محمد اقبال کی زندگی اور فکر و نظریات کے اثرات کا بھی جائزہ پیش کرتی ہے۔ مذکورہ آپ بیتی میں صاحبِ کتاب نے اپنی زندگی کے نشیب و فراز، ذاتی تجربات اور جدوجہد کو انتہائی سچائی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مزید براں فلسفہ، سیاست اور معاشرتی مسائل پر ہونے والی گفتگو بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

واضح رہے کہ اُن کی تحریر میں اُن کے والدِ گرامی حضرت علامہ محمد اقبال کی فکر اور فلسفہ کی گہری چھاپ نظر آتی ہے، لیکن اُنھوں نے اُن خیالات کو اپنے انداز میں سمجھا اور آگے بڑھایا ہے۔ آپ بیتی میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنے والد کے ساتھ اپنے تعلقات، اُن کی شخصیت اور اُن کے فلسفیانہ نظریات کے اثرات کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ حصہ قارئین کو علامہ اقبال کی شخصیت کو مزید قریب سے سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے بغیر کسی جھجک کے اپنی

خامیوں اور غلطیوں کو تسلیم کیا ہے۔ اُن کی صاف گوئی اور حقیقت پسندی ہی فی الاصل اِس آپ بیتی کو ایک دل کش اور متاثر کن تجربہ بناتی ہیں۔

مختصر یہ کہ ''اپنا گریباں چاک'' ایک بہترین خود نوشت ہے، جو انسانی جدوجہد، فکری ترقی اور علامہ اقبال کے فلسفے کے اثرات کو بیان کرتی ہے۔ یہ آپ بیتی اُن لوگوں کے لیے خاص طور پر دل چسپ ہے، جو ڈاکٹر جاوید اقبال کی ذاتی زندگی اور ان کے افکار سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ اِس میں مصنف نے اپنی زندگی کو ایک آئینے کی طرح پیش کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ آپ بیتی علمی اور ذاتی زندگی کے حوالے سے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، اپنا گریباں چاک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۴۸

۲۔ ایضاً، ص: ۴۹

۳۔ ایضاً، ص: ۷۷

۴۔ ایضاً، ص: ۱۰۸

۵۔ ایضاً، ص: ۱۰۸

۶۔ ایضاً، ص: ۱۳۱

۷۔ ایضاً، ص: ۱۹۶

۸۔ ایضاً، ص: ۲۰۱

۹۔ ایضاً، ص: ۳۰۸